فضیلت علم!

مولانا ندیم عباس

(یرفع اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم والذین أوتوا العلم درجات) (المجادلۃ: ۱۱)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے، درجے بلند کردے گا۔''

"یشفع یوم القیامۃ ثلاثۃ الأنبیاء ثم العلماء ثم الشھداء" (ابن ماجہ: ۳۲۰)

''قیامت میں تین آدمیوں کی شفاعت قبول ہوگی، انبیاء کی، پھر علماء کی پھر شہداء کی''۔

علم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک ایسی نعمت ہے، جو انسان کی ان قدیم اور بنیادی ضرورتوں میں سے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تو سب سے پہلے اسے علم کی نعمت عطاء فرمائی، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وعلم آدم الأسماء کلھا) (البقرہ: ۳۱)

''اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے اسماء کا''۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، تو آپ کو اسما کی تعلیم دی۔ فرشتوں کے مقابلے میں انسان کی فوقیت کا راز اسی صفت علم میں رکھا، اپنی خلافت اسی صفت علم کی بناء پر انسان کو عطا فرمائی۔ بہرحال قصۂ آدم علیہ السلام سے معلوم ہوتا ہے کہ علم میں انسان کی فلاح دارین ہے کہ دنیا میں بھی عزت واکرام اور آخرت میں بھی اعلیٰ درجات نصیب ہوتے ہیں، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نعمتِ علم انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے اولین ضرورت ہے۔

نصوص قرآن واحادیث میں علم کے جو فضائل وارد ہوئے ہیں، ان کا احاطہ اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، چنانچہ اللہ رب العزت نے ملائکہ سے فرمایا:

﴿انی جاعل فی الارض خلیفۃ﴾ (البقرہ: ۳۰)

''ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب''

تو فرشتے عرض کرنے لگے:

﴿اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدمآء﴾ (البقرہ: ۳۰)

''کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اس میں اور خون ریزیاں کریں گے۔''

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے زمین میں تقررِ خلیفہ کا ارادہ ظاہر فرمایا، تو فرشتوں نے عرض کیا: وہ تو زمین میں فساد برپا کریں گے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

''اللہ رب العزت نے فرشتوں کے اس جواب میں فرمایا:

﴿انی اعلم﴾ (البقرہ: ۳۰)

''میں جانتا ہوں''

''یعنی تمام صفاتِ باری تعالیٰ مثلاً قدرت، ارادہ، سمع، بصر، وجود، قدم اور مکان و جہت سے استغناء وغیرہ میں سے صرف ''صفتِ علم'' کو ان کے جواب وسکوت کے لئے بیان فرمایا۔''

امام رازیؒ کی اس تشریح وتوضیح کا مقصد یہ ہے کہ اگر انسان کی اوّل آفرینش پر نگاہ ڈالی جائے، تو اس سے انسان کی جو شرافت وفضیلت معلوم ہوتی ہے، وہ علم کی وجہ سے ہے، کیونکہ باری تعالیٰ کی تمام صفات اگر چہ انتہائی اشرف واعلیٰ ہیں، لیکن صفتِ علم سب سے اعلیٰ واشرف ہے۔ (تفسیر کبیر: ۲/۱۹۹)

علامہ قرطبیؒ ارشاد باری تعالیٰ ﴿یاٰدم انبئھم باسمائھم﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ رب نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ حکم اس لئے دیا تاکہ فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی علمیت، فضیلت اور علوشان معلوم ہو جائے۔''

آگے فیصلہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''گویا کہ آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر مقدم فرمایا، ان سے سجدہ کرایا، انہیں آپؑ کا شاگرد بنایا اور انہیں حکم فرمایا کہ: آدم علیہ السلام سے علم حاصل کرو۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کا مسجود ملائکہ قرار دیا جانا اور یہ جلیل القدر مرتبہ وعظمت کا ملنا، فقط اختصاصِ علم کی بابت تھا۔'' (قرطبی: ۱/۲۸۸)

''یقیناً انسان تمام مخلوقات میں افضل ہے، لیکن یہ فضیلت قوت وطاقت کے بل بوتے پر نہیں، کیونکہ اس میں تو بہت سے حیوانات انسان کے برابر ہیں، بلکہ بعض تو انسان سے بڑھ کر ہیں، بلکہ یہ افضلیت اس زیارت نورانیہ اور لطافتِ ربانیہ کے اختصاص کی وجہ سے ہے، جس کی وجہ سے انسان میں عبادت کے ساتھ اشتغال کی زیادتی، حقائق اشیاء کا ادراک اور ان کی واقفیت پیدا ہو جاتی ہے''۔ (تفسیر کبیر: ۲/۱۹۸، ۱۹۹)

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿یرفع اللّٰہ الذین اٰمنو منکم والذین اوتوا العلم درجات﴾ (المجادلۃ: ۱۱)

''اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے، درجے بلند کر دے گا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ اس حکم کی اطاعت سے، تم میں ایمان والوں کے اور ایمان والوں میں ان لوگوں کے اور زیادہ جن کو علم دین عطا ہوا ہے اخروی درجے بلند کر دے گا۔ اسی امر کے امتثال کرنے (ماننے) والوں کی تین قسمیں ہیں: ایک ''غیر اہل ایمان'' جو کسی مصلحت دنیویہ سے مان لیں، جیسے منافقین وہ تو بقید "منکم" کے اس وعدہ سے خارج ہیں، دوسرے ''اہل ایمان غیر اہل علم'' ان کے لئے نفسِ رفع درجات ہے، تیسرے ''اہل ایمان اہل علم'' چونکہ بوجہ علم ومعرفت کے ان کے امتثال (ماننے) کے منشا زیادہ ''خشیت'' وزیادہ ''خلوص'' ہے جس سے عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے، انکے لیے مزید رفع درجات ہے۔'' (بیان القرآن: ۶/۱۰۴۶) (المجادلہ: ۱۱)

اسی آیت کی تفسیر میں ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے کسی بھی جگہ علماء کی اتنی خصوصیت بیان نہیں فرمائی، جتنی اس آیت کریمہ میں کہ اللہ تعالیٰ رب العزت نے اہل علم مؤمنین کو غیر اہل علم مومنین پر کئی درجوں سے فضیلت عطا فرمائی''

ایک اور روایت میں آپؓ ہی سے مروی ہے:

''اے مؤمنو! اس آیت کے معنی ومفہوم کو سمجھو، تاکہ تمہیں علم میں رغبت حاصل ہو، کیونکہ اللہ عزوجل مؤمن عالم کو جاہل پر بلند درجات فرماتے ہیں۔ (روح المعانی:۲۸/۲۹)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

''علماء کے درجات ایمانداروں کے اوپر سات درجے ہوں گے کہ دو درجوں کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ ہوگی۔'' (احیاء العلوم:۱/۱۸)

قال علي رضي الله عنه:

"عين العلم العلو، لامه من اللطف، وميمه من المروءة" (تفسیر کبیر:۲/۲۰۱)

علم کا عین علو سے کنایہ ہے یعنی انسان کو بلند مراتب عطا کرتا ہے اور اس کا لام لطیف کی طرف اشارہ کر رہا ہے، یعنی انسان کو لطائف سے آگاہ کرتا ہے اور اسے باریک بین بناتا ہے اور اس کا میم مروت کی طرف غمازی کرتا ہے، علم انسان کو بااخلاق اور صاحب مروت بناتا ہے۔

کر سعی تو علم دین میں حتی المقدور
گر زندگی ابد ہے تجھ کو منظور

موسیٰ پہ ہوا تھا اسی سے جلوۂ طور
احمدؐ کو اسی سے قاب قوسین ملا

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿**هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون**﴾ (زمر: ۹)

کیا اہل علم اور غیر اہل علم برابر ہو سکتے ہیں؟

آیت مبارکہ میں اہل علم اور غیر اہل علم میں فرق کیا ہے؟ حالانکہ نفسِ علم میں سب برابر ہیں۔ باوجود اس کے عالم غیر عالم میں تفریق کردی گئی ہے، جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ علم کو تقدم اور افضلیت حاصل ہے۔

يا طالبي علم النبي محمد ما أنتم وسواكم بسواء

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

''میں جس علم وہدایت کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں، اس کی مثال کثیر بارش کی طرح ہے، جو زمین کو پہنچتی ہے، تو جو زمین صاف اور عمدہ ہوتی ہے وہ پانی کو قبول کر لیتی ہے اور خشک وتر گھاس اگاتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ بخشتا ہے، پیتے ہیں، (درختوں وغیرہ کو) سیراب کرتے ہیں، کھیتی باڑی کرتے ہیں اور جو زمین چٹیل بنجر ہوتی ہے وہ نہ پانی کو روکتی ہے اور نہ گھاس اگاتی ہے۔ یہ مثال اس شخص کی ہے جو دین میں فقیہ ہے، جو کچھ میں لایا ہوں، اس سے خدا اس کو نفع پہنچاتا ہے اور خود بھی سیکھتا ہے اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے۔ باقی جس نے (اس کے حصول کے لئے) سر نہ اٹھایا، وہ خدا کی اس ہدایت کو قبول نہیں کرتا، جس کو میں لے آیا ہوں۔'' (بخاری، کتاب العلم، باب فضل العلم من علم وعلم:۱/۱۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان علوم سماویہ کو، جو ان کو عطا کئے گئے تھے اور وہ ہدایت جو آپؐ کو ملی تھی۔ اس بارش کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جو قحط سالی کے زمانہ میں آتی ہے، لوگوں کو سیراب کر جاتی ہے اور مردہ زمین میں حیات نو پیدا کرتی ہے کہ اس میں مختلف قسم کے نباتات وثمرات اُگ جاتے ہیں، غرض زمین خوب زرخیز بن جاتی

ہے، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو دنیا جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی اور ہدایت کی پیاسی تھی، لیکن ان کو اس کا منبع اور سرچشمہ معلوم نہیں تھا، اللہ رب العزت نے ہدایت کی بارش، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نازل فرمائی، جس سے قلوب انسانیت کی مردہ زمین از سر نو زندہ ہوگئی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، فرما رہے تھے: **"من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین وانما العلم بالتعلم"** "جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور علم تو سیکھنے ہی سے آتا ہے۔" (بخاری، کتاب، العلم، باب العلم، قبل القول والعمل:۱/۱۶)

چونکہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں، اس کو علم دین اور فہم دین عطا فرماتے ہیں اور علم پہلے ہوتا ہے، جبکہ عمل بعد میں، جس کے لیے حصول کی ضرورت ہوتی ہے اس وجہ سے آخر میں فرمایا: "اور علم تو سیکھنے ہی سے آتا ہے۔" لہٰذا باعتبار تعلم کے مقدم ہونے کی وجہ سے علم کی فضیلت کسی اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"صرف دو ہی آدمیوں کی خصلتوں پر حسد (رشک) ہونا چاہئے۔" ایک اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اسے حق کے سلسلہ میں خرچ کرنے پر مسلط کر دیا ہو اور دوسرے اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وحدیث کا علم دیا ہو، وہ اس کے موافق فیصلہ کرتا ہو اور لوگوں کو سکھاتا ہو۔" (بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم:۱/۱۷)

حدیث میں مذکور "حسد" سے مراد "غبطہ" ہے، یعنی رشک اور غبطہ اس شخص کی خصلت پر ہونا چاہئے، جو صفت علم کے ساتھ متصف ہو لوگوں کو علم سکھاتا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"رات کے کچھ حصہ میں علم کا تذکرہ کرنا، میرے نزدیک تمام رات جاگنے سے بہتر ہے۔" (احیاء العلوم:۱/۲۱)

حدیث شریف میں آتا ہے: **"یشفع یوم القیامۃ ثلاثۃ، الأنبیاء، ثم العلماء ثم الشھداء."**

"قیامت میں تین آدمیوں کی شفاعت قبول ہوگی، انبیاء کی، پھر علماء کی، پھر شہداء کی۔" (روح المعانی:۲۸/۲۹)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ نے اس حدیث کو قول باری تعالیٰ: (**یرفع اللہ الذین ......**) کی تفسیر میں ذکر کی ہے، جس سے علم کا نہایت ہی بڑا رتبہ ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کے بعد اور شہادت کے اوپر ہے، باوجود یہ کہ شہادت کی فضیلت میں بہت کچھ وارد ہوا ہے، چنانچہ ایک حدیث وارد ہوا ہے۔

"عن انسؓ ﴿**من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتیٰ یرجع**﴾

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو علم کی طلب میں نکلا، وہ واپس ہونے تک اللہ کی راہ میں ہے۔" (ترمذی، باب فضل العلم:۲/۹۳)

جہاد و علم کے مابین جو مشابہت بیان کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ جس طرح جہاد سے مقصود احیاء دین، شیطان کی ذلت، نفس کو تھکانا اور خواہشات ولذات کو دبانا ہے، بعینہ یہی مقاصد علم سے بھی ہوتے ہیں۔ (دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین:۴/۱۶۳)

لیکن یاد رہے، جہاد میں آنے والی مشکلات وتکالیف یقیناً انتہائی دشوار گزار ہوتی ہیں، بنسبت حصول علم کے کہ اس میں آسائشیں بھی ہوتی ہیں اور اگر مشکلات وتکالیف بھی ہوتی تو جہاد سے کم، غرض ان آسائشوں کے باوجود علم کا جہاد کے ساتھ مشابہ ہونا فضیلت علم پر واضح دلیل ہے۔

احیاء العلوم: (۱/۱۸،۱۹) میں امام غزالی رحمہ اللہ ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگوں میں درجۂ نبوت کے قریب تر اہل علم اور اہل جہاد ہیں۔'' اہل علم اس وجہ سے کہ انہوں نے لوگوں کو وہ باتیں بتائیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور اہل جہاد اس لئے کہ انہوں نے پیغمبروں کی لائی ہوئی شریعت پر اپنی تلواروں سے جہاد کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ، اپنی پسند سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: ''سب سے زیادہ عزت دار کون ہے؟'' فرمایا: ''جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔'' عرض کیا گیا: ''ہم یہ نہیں پوچھتے۔'' فرمایا: سب سے زیادہ عزت دار وہ ہے جو نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہے، یعنی یوسف علیہ السلام'' ۔عرض کیا گیا: ''یہ بھی ہمارا سوال نہیں'' فرمایا: تو کیا تم عرب کی کانوں کے متعلق پوچھتے ہو؟ ان میں سے جو جاہلیت میں اچھا تھا، وہی اسلام میں اچھا ہے، اگر علم سیکھ جائے۔'' (صحیح بخاری: ۱/۴۷۳)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں عزت وفوقیت خاندان، قومیت، زبان رنگ اور نسل کی بنیاد پر نہیں، بلکہ علم کی بنیاد پر ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخصوں کا تذکرہ ہوا، ایک عابد تھا اور دوسرا عالم تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عابد پر عالم کو ایسی فضیلت ہے، جیسے میری فضیلت تم میں سب سے معمولی آدمی پر۔'' پھر فرمایا: ''اللہ، اس کے فرشتے، آسمان والے اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں اس کے لئے دعا کرتی ہیں، جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔'' (سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ: ۲/۹۸)

اسی طرح ایک مرفوع حدیث میں ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی سائر الکواکب﴾۔ (سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم: ۲/۱۵۷)

''عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے، جیسے چودھویں رات کی چاند کو تمام ستاروں پر''۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

''عالم کے واسطے زمین وآسمانوں میں جو چیز ہے، مغفرت طلب کرتی ہے۔''

اس سے بڑھ کر کون سا منصب ہوگا، جس منصب والے کے لئے آسمان وزمین کے فرشتے مغفرت چاہنے میں مشغول ہوں، یعنی وہ تو اپنے نفس میں مشغول رہتا ہے اور فرشتے اس کے چاہنے میں مشغول رہتے ہیں۔ (احیاء العلوم: ۱/۱۸)

ابوداؤد، کتاب العلم، باب فضل العلم، (۲/۱۵۷) میں ایک لمبی حدیث میں مذکور ہے:

"ان العلماء ورثة الأنبياء"

علماء انبیاء کے وارث ہیں اور ظاہر ہے کہ کوئی رتبہ نبوت کے درجہ سے بڑھ کر نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اس رتبے کی وراثت سے بڑھ کر کوئی اور شرف بھی نہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے (روح المعانی: ۲۸/۲۹) پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے:

''حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم، بادشاہت اور مال میں اختیار دیا گیا، تو آپ علیہ السلام نے علم کو اختیار کیا، اد

عز وجل نے علم کی وجہ سے مال، و بادشاہت بھی عطا کر دی۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"علم اور مال میں فرق ہے، وہ یہ کہ مال کو جتنا خرچ کرو، گھٹتا ہے، علم کو جتنا خرچ کرو بڑھتا ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ مال کی حفاظت مالک کو کرنی پڑتی ہے اور علم عالم کی حفاظت کرتا ہے، عالم کو ضرورت نہیں، علم تو خود بتلائے گا کہ یہ خطرے کا راستہ ہے، یہ نجات کا۔ (خطبات حکیم الاسلام:۴/۴۴)

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**انما بعثت معلما**" "میں تمہیں علم دینے کے لئے آیا ہوں۔" کیونکہ علم ہی نجات دینے والا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام:۴/۴۷)

انسان کو جب تک علم نہ ہوگا، وہ کسی طور پر ایک کامیاب انسان نہیں بن سکتا، نجات نہیں پا سکتا، دین کے کسی شعبے میں ترقی نہیں کر سکتا اور نہ دین کے کسی مسئلہ پر عمل کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اعتدال اور میانہ روی کا حکم فرمایا ہے، افراط وتفریط سے منع فرمایا ہے، افراط وتفریط کے لیے علم کی ضرورت نہیں ہوتی اس کے لئے تو جہالت ہی کافی ہے، لیکن اعتدال کے لئے علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے قرآن میں ایک جگہ فرمایا: (**واصبر**) "صبر کیجئے" دوسری جگہ فرمایا: (**ان عاقبتم فعاقبوا**) اگر بدلہ لینے لگو تو بدلہ لو"۔ دونوں پر عمل اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے کے لئے علم کی ضرورت ہے۔

حدیث میں طواف کے پہلے تین چکروں میں متکبرانہ چال چلنے کا حکم وارد ہوا ہے، جبکہ قرآن میں ہے: ﴿**لا تمش فی الارض مرحا**﴾ اے بندو! زمین پر اکڑ کر مت چلو۔" دونوں کے محل عمل اور اعتدال کے لئے علم درکار ہے۔

قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿**یا ایھاالنبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم**﴾ "اے نبی! کفار اور منافقین کے مقابلہ میں جہاد کرو اور شدت اور غیظ وغضب ان کے مقابلے میں دکھاؤ۔" جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود واعظ بن کر ایک مقام پر فرماتے ہیں: "**ایاک والغضب**" "لوگو! غصہ سے بچتے رہنا"۔ دونوں کے درمیان کا راستہ پہچاننا اور ان دونوں پر عمل کرنا، علم ہی سے ہو سکتا ہے۔ غرض عمل کرنے اور اعتدال کو اختیار کرنے کے لئے علم ہی کی ضرورت ہے۔

لیس الجمال بأثواب تزیننا ۔۔۔ لیس الیتیم الذی قدمات والده

ان الجمال جمال العلم والأدب ۔۔۔ بل الیتیم یتیم العلم والحسب

(المقامات الحریریة: ۱۰)

حسن وجمال ان کپڑوں میں حاصل نہیں ہوتا، جن سے ہم خود کو مزین کرتے ہیں، بلکہ حقیقی جمال علم، وادب کا جمال ہے۔ وہ شخص یتیم نہیں جس کا والد فوت ہوا ہو، بلکہ یتیم تو وہ ہے، جو علم وحسب سے محروم ہو۔

فتح موصلی رحمہ اللہ کا قول ہے:

"جس طرح مریض کئی دن خوراک و دوا روکنے کی وجہ سے مر جاتا ہے، اسی طرح دل "علم" روکنے کی وجہ سے مر جاتا ہے۔" (احیاء العلوم:۱/۲۰)

موصوف کا یہ قول بالکل واقع کے مطابق اور حقیقت پر مبنی ہے، جس کا اندازہ ہر وہ طالب علم بآسانی کر سکتا ہے، جو کم از کم ایک دن غیر حاضر رہے، کیونکہ اس ایک دن غیر حاضری کی وجہ سے دل اتنا مرجھا جاتا ہے کہ دوسرے دن پڑھائی میں لگتا ہی نہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ، احیاء العلوم: (۲۱/۱) میں فرماتے ہیں:
"جو شخص علم وحکمت کو اپنا لگام بناتا ہے، لوگ اس کو اپنا امام بناتے ہیں۔"
سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ کا قول ہے:
"میرے آقا نے مجھے تین سو درہم لے کر آزاد کر دیا، میں نے سوچا کہ کونسا فن سیکھوں، آخرکار علم کو اپنا حرفہ بنایا، چنانچہ ایک برس بھی نہ گزرا تھا کہ حاکمِ شہر میری ملاقات کو آیا اور میں نے انکار کر کے اس کو واپس کر دیا۔
امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے استاذ، حضرت وکیع رحمہ اللہ سے سوء حفظ کی شکایت کی، انہوں نے فرمایا:
"معاصی سے پرہیز کرو، کیونکہ "علم" اللہ تعالیٰ کا "نور" ہے اور اللہ کا نور عاصی کو عطا نہیں ہوتا"
اس نصیحت کو امام شافعی رحمہ اللہ اس طرح نقل فرماتے ہیں:

شکوت الیٰ وکیع سوء حفظی — وأخبرنی بأن العلم نورٌ
فأرشدنی الیٰ ترک المعاصی — ونور اللّٰہ لایھدیٰ لعاصی

(دیوان الامام الشافعی: ۵۴)

اس نصیحت میں طالب علم کو دو چیزوں پر متنبہ فرمایا: پہلی یہ کہ طالب علم کو، خصوصاً جب طالب دین ہو، گناہوں سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ گناہوں سے تمام اعضاء، خصوصاً دل و دماغ انتہائی کمزور ہو جاتے ہیں، چہرے کا حسن زوال پذیر ہو جاتا ہے، بدنما اور پیلا پڑ جاتا ہے، قوت حافظہ بھی جاتا رہتا ہے۔ دوسری یہ کہ علم نور ہے، جس کا مکان دل ہے اور ظاہر ہے کہ گناہوں سے دل کالا ہو جاتا ہے، چنانچہ علم وعصیان دونوں ضدیں ہیں، جن کا اجتماع مکانِ واحد میں ناممکن ہے، لہٰذا طالب علم کو ضروری ہے کہ گناہوں کو ترک کر دے۔
اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"امام شافعی رحمہ اللہ کی مراد کتابی علم میں سوء حفظ کی شکایت نہیں۔ امام وکیع رحمہ اللہ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسرے علوم میں قلت حفظ کی شکایت کر رہے تھے، جس میں معاصی کو دخل تھا، (جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (وجعلنا له نوراً يمشي به في الناس) گویا علم "نور" ہے اور ظاہر ہے، نور ظلمت کے ساتھ جمع نہیں ہوتی۔ یہی ہے حقیقت علم اور یہ وہ چیز ہے، جس کی وجہ سے مجتہدین، مجتہد ہوئے۔" (تحفۃ العلماء: ۱/۴۸، ۴۹)
یقیناً جب انسان اپنی عزت کو عیوب سے دور رکھتا ہے، نفس کو گناہوں سے پاک رکھنے کی کوشش کرتا ہے، حصول علم میں جدوجہد کرتا ہے، اللہ رب العزت اسے یہ مراتب عالیہ عطا کرتا ہے اور یہی بڑی سعادت ہے۔

أکرمتُ عرضی أن ینال بنجوة — ان البریّ من الھنات سعید

لبید اپنے اس شعر میں کہتا ہے: "میں نے اپنی عزت کو عیب لگنے سے دور رکھا، بے شک بُری عادات سے پاک آدمی سعید ہوتا ہے۔ (درس مقامات: ۳۹۸)

☆☆☆